لیکھرام کی موت کا عظیم الشان نشان۔ دنیا کی دولتوں اور وجاہتوں کو بت نہ بنائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷/ اکتوبر ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

گزشتہ جمعہ میں میں نے آغاز ہی میں ذکر کیا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ دو ایسے عظیم الشان نشانات کا ذکر کروں گا جن سے مومن کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔ ایک نشان کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ہے اور دوسرے نشان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ہے اور ان دونوں کے درمیان آپس میں رابطہ بھی ہے اور دونوں نشان ایسے ہیں جو درحقیقت ایک بہت ہی لمبے زمانے پر پھیلے ہوئے ہیں اور ایک کا آغاز اس وقت ہوا اور انجام اس زمانے میں یعنی دوسرا کنارہ اس زمانے میں ظاہر ہوا۔ ایک بظاہر اس زمانے میں ظاہر ہوا ہے لیکن اس کا پہلا کنارہ الہامات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ہی پیوستہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے والا جو نشان میں نے آپ کے سامنے پیش کیا تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرعون کا مقابلہ تھا جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے فرعون کی ہلاکت کے سامان پیدا فرمائے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی قوم کی نجات کے سامان پیدا فرمائے۔

اس ضمن میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ جہاں قرآن کریم یہ ذکر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرعون سے وعدہ کیا کہ چونکہ تو اب توبہ کر رہا ہے اس لئے اگر چہ تیری روح کی نجات کا وقت نہیں لیکن میں تیرے جسم کو نجات دوں گا۔ اس کا برعکس بھی اسی الہام سے ثابت ہوتا ہے، اسی خدائی کلام سے

ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اگر وہ توبہ نہ کرتا تو اس کے جسم کا کوئی وجود، کوئی نشان باقی نہ رہتا اور وہ اپنے وجود کے مٹ جانے کے ذریعے عبرت کا نشان بن جاتا۔ عبرت تو بہر حال دونوں صورتوں میں اسے بننا ہی تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں فرعون کے نشان کے سوا اور بھی باتیں ہوئی جن کا قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے۔ ان میں ایک ذکر سامری کے بچھڑے کا ہے کہ کس طرح سامری کے فتنہ کے نتیجہ میں ایک بچھڑے کو خدا بنا لیا گیا اور پھر اس بچھڑے کے انجام کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب لیکھرام سے اس وجہ سے مقابلہ ہوا کہ لیکھرام حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے خلاف انتہائی بدزبانی کرتا تھا اور دریدہ دہنی سے کام لیتا تھا۔ تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لیکھرام کا جو انجام دکھایا گیا وہ سامری کے گوسالہ بچھڑے کے مطابق دکھایا گیا۔ پس اگرچہ یہ نشان اس زمانے میں ظاہر ہوا لیکن اس کا آغاز جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا حضرت موسیٰؑ کے زمانے ہی میں ہو چکا تھا اور خدا تعالیٰ نے ان دونوں کو آپس میں اس طرح باندھ دیا اور اس نشان میں یعنی گوسالہ کے نشان میں یہ بات بڑی واضح ہے کہ گوسالہ خود اپنی پیداوار آپ نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے کوئی اور طاقت تھی جس نے اس کو کھڑا کیا تھا اور جو کچھ وہ بولتا تھا اس کی اپنی زبان نہیں تھی بلکہ جو کچھ اس میں بھرا گیا تھا وہی بولتا تھا اور اس کے پیچھے ایک طاقت تھی جو سامری کی طاقت کہلاتی ہے۔ پس اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب آپ آگے بڑھیں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور لیکھرام کے انجام پر غور کریں گے تو اس میں آپ کو بہت سے روحانی سبق ملیں گے۔

سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لیکھرام کے بارے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ۱۸۸۶ء میں خبر دی گئی ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ جس وقت وہ پیشگوئی شائع ہوئی کہ چھ سال کے اندر اندر تم ہلاک کئے جاؤ گے وہی اس پیشگوئی کا آغاز ہے درست نہیں ہے۔ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء جس کا تعلق حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ہے اس اشتہار ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی زمانے میں آپ نے بڑی وضاحت کے ساتھ لیکھرام کے متعلق ایسے انذار کا ذکر فرمایا جو خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ جس کی خبر خدا تعالیٰ نے آپ کو دی تھی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا اندرمن مرادآبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت دی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کی قضاء وقدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں۔''

ظاہر ہے کہ بعض پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو چکی تھیں ورنہ بغیر کسی پیشگوئی کے کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ اعلان عام فرما سکتے تھے۔فرماتے ہیں:

''سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کر دو میری طرف سے اجازت ہے۔تو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا **عجل جسد له خوار۔له نصب و عذاب۔**''

اس حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص توجہ کے بعد یہ الہام ہوا ہے اور اس سے پہلے کوئی پیشگوئی نہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دعوت دینا کہ اگر چاہو تو میں کچھ پیشگوئی شائع کروں یہ صاف بتا رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارے، کوئی الہام، کوئی القاء اس بات میں ہو چکے تھے کہ ان دونوں کے متعلق انذاری معاملات سے تمہیں آگاہ کیا جائے گا۔اس لئے اشتہار کے ذریعے آگاہ کر دو اور اگر ان کی طرف سے اجازت ہو تو یہ پیشگوئی شائع کی جاسکتی ہے۔ اس منشاء الٰہی کے سوا خدا تعالیٰ کے انبیاء از خود قدم نہیں اٹھایا کرتے۔اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کسی رنگ میں خواہ کھلے طور پر یا اشارے کے رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان دونوں دشمنان اسلام اور دشمنان محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق یہ اطلاع مل چکی تھی کہ خدا تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ فرما چکا ہے۔چنانچہ جب خصوصیت سے توجہ کی گئی تو الہام ہوا:

''**عجل جسد له خوار۔له نصب و عذاب** یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے

جو ضرور اس کو مل کر رہے گا اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ: ۶۵۰۔۶۵۱)

پس چونکہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے آغاز فرمایا ہے اس لئے عموماً یہی سمجھا جاتا ہے کہ گویا اسی تاریخ کو لیکھرام کے متعلق انذاری الہام ہوا تھا حالانکہ اس ساری عبارت میں بات خوب کھول دی گئی ہے کہ انذاری الہام جو **عجل جسد له خوار** ہے وہ آج سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ آج جب وقت کے متعلق توجہ کی گئی کہ کب ہلاک ہوگا تو اس کے جواب میں یہ ہے۔ پس یہاں سے اس کا آغاز سمجھنا درست نہیں۔ پس اگر جیسا کہ واضح ہے اس کا آغاز اسی الہام سے لیا جائے جس کا ذکر میں نے کیا ہے تو لیکھرام کی ہلاکت گیارہ سال گزرنے کے بعد ہوئی ہے اور بعینہ گیارہ سال پورے ہو چکتے ہیں پھر کچھ عرصے کے بعد یعنی ایک ماہ کے کم و بیش عرصے میں لیکھرام ہلاک ہوا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا الہام بعد ۱۱۔ انشاء اللہ (تذکرہ صفحہ: ۳۲۷) اس حصہ پر بھی چسپاں ہوتا ہے اور چونکہ یہ الہام اس واقعہ کے بعد کا ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہونے والا تھا۔ چنانچہ اس کا ثبوت کہ اس قسم کا ایک اور واقعہ ہونے والا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت ہی سے ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''آج جو ۲/اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴/ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سے غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرے پر سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی

خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں ملائک شداد وغلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے۔(صرف لیکھرام کے لئے وہ مامور نہیں تھا ایک اور شخص کے لئے بھی وہ مامور تھا)۔تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔مگر مجھے معلوم نہیں ہو رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔''

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ:۳۳)

بہرحال جیسا کہ تمام احباب کو خوب اچھی طرح علم ہے کہ لیکھرام کی ہلاکت جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے ظاہر تھا عین اسی طریق پر ہوئی جس طریق پر آپ کو خدا تعالیٰ نے کشفاً اور الہاماً خبریں دے رکھی تھیں۔

لیکھرام کی ہلاکت اور فرعون کی ہلاکت میں دونوں میں بعض چیزیں مشترک ہیں۔دونوں ایک لمبے عرصے تک دکھ دیتے رہے لیکن ان کا اپنا انجام بہت تھوڑے سے عرصے میں ختم ہو گیا۔یعنی دنیا میں ان کو لمبا دکھ دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔اس کے نتیجہ میں بعض دفعہ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اتنا لمبا عرصہ انہوں نے دکھ دیا، اتنی تکلیفیں پہنچائیں اور آناً فاناً اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو اس میں مزہ کیا آیا۔کچھ دیر یہ تڑپتے، کچھ دیر بے قرار رہتے اس دنیا میں ذلت اور رسوائیاں دیکھتے تو ہم سمجھتے کہ واقعی انتقام ہے۔ایسے لوگ اپنے آپ کو یا تو خدا سمجھتے ہیں کہ ہم تقدیر بناتے تو بہتر بناتے یا وہ ان کو اس بات پر ایمان ہی نہیں کہ دنیا ایک دنیا نہیں بلکہ دو دنیائیں ہیں۔دنیا تو لفظ اسی دنیا پر اطلاق پائے گا یوں کہنا چاہئے کہ ایک عالم نہیں دو عالم ہیں۔ایک اس دنیا کا عالم اور ایک آخرت کا عالم اور خدا تعالیٰ کا جہاں تک تعلق ہے اس کے لئے تو ان دو عالموں کے درمیان کوئی بھی فرق نہیں۔جیسے ایک لکیر پھلانگ کر کوئی شخص دوسری طرف چلا جائے اور ایک ہستی جو دونوں طرف دیکھ رہی ہو اور دونوں جگہوں پر پورا اختیار اور قدرت رکھتی ہو۔جہاں تک اس کی نظر کا تعلق ہے اس کی نظر میں کوئی بھی فرق نہیں پڑا کوئی بھی واقعہ نہیں ہوا۔لکیر کے اس طرف ہو کوئی یا اس طرف ہو جس کے قبضہ قدرت میں دونوں جگہیں یا دونوں میدان ہوں اس کی نظر میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن ایک طرف کے لوگوں

کے لئے فرق پڑ جاتا ہے۔

اس لئے خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے کہ اسی دنیا میں عذاب دیا جائے بلکہ جہاں تک میں نے غور کیا ہے بسا اوقات بعض نیکوں کو لمبا عرصہ اس دنیا میں دکھ اٹھانا پڑتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت سے پتا چلتا ہے کہ ہر شخص کے لئے جہنم کا نمونہ دیکھنا ضروری ہے۔ وہ جو خدا کے منکر یا گناہوں میں بہت بڑھ جاتے ہیں ان کے لئے دوسری دنیا کی جہنم دیکھنی ضروری ہوا کرتی ہے۔ اور جو خدا کے پاک بندے ہیں ان کو خدا جہنم میں تو نہیں ڈالتا بلکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اس کی حسیس بھی نہیں سن سکیں گے۔ یعنی آخرت میں اس کی دور کی آواز جو ہلکی سی ہے وہ بھی وہ نہیں سن پائیں گے۔

تو ان دونوں آیتوں کا انطباق کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہنم دوسرے معنوں میں لفظی طور پر اطلاق نہیں پاتی بلکہ معنوی طور پر تکلیف کے معنوں میں اطلاق پاتی ہے اور خدا کے نیک بندوں کو بعض دفعہ یہاں لمبی تکلیفیں ملتی ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں بعض بیوقوف اور نادان کہ اتنے نیک ہو کر اتنی تکلیفیں اٹھائیں اور پھر لمبا سکھ دیکھے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئے تو یہ کیا تقدیر ہے خدا کی۔ یہ اس خدا کی تقدیر ہے جو دونوں عالم کا مالک ہے۔ جو یہاں کا بھی مالک ہے اور وہاں کا بھی مالک ہے۔ اس لئے اس جگہ سے گزر کر دوسری جگہ چلے جانا خدا تعالیٰ کے نزدیک کوئی ایسا واقعہ نہیں جس میں کوئی تبدیلی ہو گئی ہو۔ یا ایسی تبدیلی جس سے اس کے قبضۂ قدرت پر فرق پڑتا ہو۔ پس اس لحاظ سے خدا تعالیٰ بعض اوقات اپنے بندوں کو اس دنیا میں تکلیف یا معمولی تکلیف کہنا چاہئے پہنچنے دیتا ہے تا کہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور آخرت میں پھر ان سے کوئی باز پرس نہ ہو۔

یہ مضمون میں اپنی طرف سے بیان نہیں کر رہا۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی سمجھایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس دنیا میں مومن کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو اس کے لئے بھی جزا مقدر ہے اور یہاں کی تکلیفیں مومن کے لئے اس کی خطاؤں کے جھڑنے کا موجب بن جاتی ہیں (بخاری کتاب المرضی حدیث نمبر:۵۲۱۶) یعنی جہاں تک گناہ اور سزا کا معاملہ ہے مومن کی تکلیفیں اس کے گناہ جھاڑنے اور سزائیں دور کرنے کا موجب بن جاتی ہیں۔ پس اس وسیع مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ توقع رکھنی کہ خدا تعالیٰ ہر نبی کے ہر دشمن کو لمبا عذاب دے کر گویا اس کے نتیجہ میں یہ ثابت

کرے گا کہ یہ ہمارے ہاتھ سے نکل نہیں سکے بالکل غیر معقول بات ہے اور تاریخی طور پر قطعاً غلط ثابت ہوتی ہے۔ابو جہل نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو کتنے دکھ دیئے اور آناً فاناً چند ثانیے میں ہی وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔اسی طرح اور بہت سے ایسے تاریخی واقعات آپ کو ملیں گے جہاں انبیاء کو دکھ دینے والوں نے ایک لمبا زمانہ دکھ دینے کا پایا لیکن اس دنیا سے وہ بغیر کوئی خاص دکھ دیکھے رخصت ہو گئے۔پس اس لئے اس وقت کے نادان بھی میں سمجھتا ہوں فرعون کے زمانہ کے نادان بھی شاید یہ سوچتے ہوں کہ یہ کیا ہوا اتنا لمبا عرصہ تکلیفیں دی گئیں بلکہ کئی نسلوں سے حضرت موسیٰ کی قوم کو تکلیفیں دی جارہی تھیں اور چند لمحے کے غرقابی کے سوا اس کو اور کوئی دکھ نہیں پہنچا۔تو یہ ناسمجھی کی باتیں ہیں خدا کی تقدیر کے معاملوں کے فہم سے عاری لوگ ایسی باتیں کر سکتے ہیں۔

دوسرا پہلو دونوں کے درمیان یہ مشترک ہے کہ فرعون کو بھی اپنی موت کے بعد بڑی شان وشوکت نصیب ہوئی اور آج تک اس کی شان وشوکت کے آثار دنیا میں باقی ہیں اور لیکھرام کو بھی اپنی ہلاکت کے بعد بہت شان وشوکت نصیب ہوئی لیکن جو بنیادی فرق ایک اور ہے وہ یہ ہے کہ فرعون کی لاش محفوظ رکھی گئی کیونکہ اس کو توبہ کا وقت ملا یعنی ایک رنگ میں توبہ کی توفیق ملی۔لیکن لیکھرام کی لاش محفوظ نہیں رکھی گئی۔اس لئے اسے فرعون کے مشابہ قرار دینے کی بجائے سامری کے گوسالہ کے مشابہ قرار دیا گیا کیونکہ سامری کے بچھڑے کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں خدا تعالیٰ نے اس کا ریزہ ریزہ کروایا اور آگ میں جلا دیا گیا۔پس یہ انجام چونکہ موسیٰ کے فرعون کے انجام سے مختلف تھا اس لئے سامری کے بچھڑے کی تشریح سامنے رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لیکھرام کے انجام سے آگاہ فرما دیا گیا۔جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہندو ویسے ہی اپنی لاشیں جلاتے ہیں اور چونکہ وہ تلوار سے کاٹا گیا اس لئے اس کے بعد وہ جب جلا دیا گیا تو اس کی خاک ریزہ ریزہ ہوگئی۔اس کی راکھ ریزہ ریزہ ہو کر دریا میں بہا دی گئی اور بعینہٖ یہی سلوک سامری کے بچھڑے سے ہوا تھا۔

جہاں تک لیکھرام کی عزت کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی لوگوں نے اس قسم کی باتیں کی ہیں اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچی بھی ہیں۔لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اتنا بڑا نشان ظاہر ہوا ہے اس لئے اس کی موت کے ساتھ

اس کی ساری عزت اس رنگ میں خاک میں مل جائے گی کہ اس کی قوم اس کو چھوڑ دے گی ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں جو گوسالہ بچھڑے کا ذکر فرمایا گیا اس کو تو خدا کے سوا معبود بنایا گیا تھا، اس کی تو پوجا کی گئی تھی۔اس لئے یہ تو اسی رنگ میں پورا ہوسکتا تھا کہ اس کو بھی بہت بڑا مرتبہ دیا جاتا اور بہت بڑا مقام دیا جاتا نہ کہ اس کو ذلیل ورسوا کر کے پھینک دیا جاتا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کی قوم میں اس واقعہ کے بعد بھی سامری کے شرک کے لگائے ہوئے پودے نے مختلف وقتوں نے اپنی شاخیں پھیلائی ہیں اور لمبے عرصے تک سامریت کا اثر حضرت موسیٰ کی قوم میں جاری و باقی رہا اور حضرت موسیٰ کے لئے دکھ اور تکلیف کا موجب بنتا رہا۔

پس اس پہلو سے جب ہم لیکھرام کے انجام کو دیکھتے ہیں تو اس کے متعلق جو بھی الفاظ اختیار کئے گئے ہیں جو بھی الفاظ بیان فرمائے گئی ہیں بعینہ صورتحال پر صادق آتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ’’یہ کام خدا تعالیٰ نے کیا ہے اور ہندوؤں کے دلوں میں اس کی عظمت ڈال دی تا ایک نامی آدمی کی نسبت پیشگوئی متصور ہو کر اس کا اثر بڑھ جائے اور روزگار سے مٹ نہ سکے۔اب جب تک عزت کے ساتھ لیکھرام کو یاد کیا جائے گا تب تک یہ پیشگوئی بھی ہندوؤں کو یاد رہے گی۔غرض لیکھرام کو عزت کے ساتھ یاد کرنا پیشگوئی کی قدرومنزلت کو بڑھاتا ہے۔اگر پیشگوئی کسی چوہڑے چمار اور نہایت ذلیل انسان کے لئے پوری ہوتی تو کیا قدر ہوتی میں پہلے اس خیال سے غمگین تھا کہ پیشگوئی تو پوری ہوئی مگر ایک معمولی شخص کی نسبت جو پشاور میں سات آٹھ روپیہ کا پولیس کے محکمہ میں نوکر تھا۔

اب دیکھیں کے عارف باللہ اور عام انسان کی سوچ میں کتنا زمین آسمان کا فرق ہے۔ فرماتے ہیں:

> ’’میں اس بات پہ غمگین تھا کہ آدمی ویسے معمولی ہے لیکن جب میں نے سنا کہ مرنے کے بعد اس کی بہت عزت کی گئی تو میرا غم خوشی کے ساتھ بدل گیا اور میں نے سمجھا کہ اب لوگ خیال کریں گے کہ ایسے معمولی آدمی پر میری

دعاؤں کا حملہ نہیں ہوا بلکہ اس پر ہوا جس پر تمام قوم مل کر روئی جس کے مرنے پر بڑا ماتم ہوا، جس کے مرثیے بنائے گئے، جس کی یادگار کے لئے بہت سا روپیہ اکٹھا کیا گیا۔ سو یہ خدا کا احسان ہے کہ اس طرح پر اس نے پیشگوئی کو عظمت دے دی۔ الحمدللہ علی ذالک۔'' (ایام الصلح ، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ: ۴۱۹)

آریوں نے جو لیکھرام کی موت پر ماتم کیا ہے اس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اشعار میں بھی کرتے ہیں:

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے (درثمین صفحہ: ۸۸)

لیکھرام کو شہید کا خطاب دیا گیا اور خلاصۃً ساری باتیں تو پڑھنے کا وقت نہیں ہے۔ چند ایک جو خطابات ملے ہیں لیکھرام کو وہ میں نے چن لئے ہیں آپ کو بتانے کے لئے کہ اس کے ساتھ کس رنگ میں قوم نے عزت افزائی کا سلوک کیا۔ شہید اکبر، شہید صادق، زندہ جاوید، پیغمبر توحید، عالم بے مثل، عالم فقید المثل، مصلح اعظم، دلیل گمراہان و بے برسراں، صدر خیر شہداء، امر، جرنیل، یکتائے زماں، محافظ ملت، حفیظ ملت، پروانۂ ملت، میر قوم وغیرہ وغیرہ۔ پھر آریہ مسافر لاہور کا شہید نمبر لکھتا ہے۔

''آریہ بھائیو! آؤ ہم اپنے شہیدوں کی یاد کو تازہ رکھیں ان کے جاری کردہ کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں، ان کے مشن کو پورا کر کے ان کی نصیحت پر دل و جان سے عمل کریں۔''

مشن کو پورا کرنا بھی یعنی لیکھرام کے مشن کو پورا کرنا بھی قوم نے بعد میں یعنی ان کے ساتھ تعلق رکھنے والی قوم نے اپنا فریضہ بنا لیا تھا اور اپنے شعار میں اس بات کو داخل کر لیا تھا۔ پھر لکھتے ہیں:

''ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے محسن سے عقیدت کا ثبوت دیں۔ زبان سے نہیں بلکہ عمل سے ان کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ (پھر یہ بھی فیصلہ ہوا کہ ان کی یاد میں ایک میموریئل قائم کیا جائے۔) پنڈت جی کی یادگار میں ایک میموریئل بھی کھولا گیا اور اس میں تیس ہزار کے لگ بھگ روپیہ بھی فراہم ہوا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اس فنڈ سے اس قدر استفادہ نہیں اٹھایا گیا جیسے

کہ پنڈت جی کی آشا تھی ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ پنڈت جی کی یادگار میں ایک جدا محکمہ ہونا چاہئے تھا جس کا کام تمام مذاہب کے حملہ جات، ان کی کتابوں اور اعتراضوں کے جواب دئے جاتے ۔ ایک محکمہ ویدک علم وادب پر مختلف قسم کی کتب تحریر کرنے اور ان کے ترجمے شائع کرنے کا کام کرتا۔''

(آریہ مسافر: مارچ ۱۹۳۲ء)

بہر حال لیکھرام کی بہت عزت افزائی کی گئی، بہت کچھ اس کا ماتم کیا گیا اور بعض لوگوں نے ظلم کی راہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ لکھا اگر چہ رپورٹ میں ایسا کوئی واقعہ درج نہیں کیا گیا، مگر یہ لکھا کہ مرزا صاحب یہ کہا کرتے تھے کھلم کھلا کہ یہ شخص ہلاک ہوگا اور قتل کیا جائے گا اس لئے لازماً اس میں ان کا ہاتھ ہے لیکن جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبی جذبات کا تعلق ہے جماعت احمدیہ کو یہ پیش نظر رکھنا چاہئے ایک صاف دل، پاک دل انسان کے لئے ایسے موقعوں پر کس قسم کا ردعمل ظاہر کرنا چاہئے اس کا نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبی کیفیات میں ہمیں ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اگر چہ انسانی ہمدردی کی روح سے ہمیں افسوس ہے اس کی موت ایک سخت مصیبت اور آفت اور ناگہانی حادثہ کے طور پر عین جوانی کے عالم میں ہوئی لیکن دوسرے پہلو کی رو سے ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ اس کے منہ کی باتیں آج پوری ہوگئیں ۔ ہمیں قسم ہے اس خدا کی جو ہمارے دل کو جانتا ہے کہ اگر وہ یا کوئی اور کسی خطرہ موت میں مبتلا ہوتا اور ہماری ہمدردی سے وہ بچ سکتا تو ہم کبھی فرق نہ کرتے ۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ: ۴۳)

پس یہ وہ روح ہے جو زندہ رہنے والی اور زندہ رکھنے کے لائق اور زندہ رکھنے کے لئے ضروری روح ہے۔ یہ ایسی روح ہے جو زندہ ہے ہمیشہ انبیاء اور پاکیزہ لوگوں کی صورت میں زندہ رہے گی۔ زندہ رہنے کے لائق ہے اور زندہ رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے، مُردوں کو زندہ کرنے والی روح ہے۔ صرف دوسروں کو نہیں اپنی روح کو زندہ کرنے کے لئے یہ روح ضروری ہے۔ یعنی یہ رجحان ضروری ہے دل کا۔

اس لئے جماعت احمدیہ کو ان حالات میں اپنا تجزیہ کرتے رہنا چاہئے۔اگر خوشی تعلّی کا رنگ رکھتی ہو، اگر خوشی کسی کے غم کے نتیجہ میں ہے تو یہ ظلم کی بات ہے اس کا سچے اور پاک لوگوں کے دلوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ایسی خوشی نقصان کا موجب بن سکتی ہے۔آپ کو زندہ کرنے کی بجائے آپ کو ہلاک کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔اصل خوشی وہی ہے کہ نظر خالصۃً مرضیٔ مولا پہ رہے اور چونکہ اللہ کی بات پوری ہوئی اور خدا کے نوشتوں نے جو پہلے پیشگوئیوں کا رنگ رکھتے تھے اب عملاً دنیا میں ظاہر ہو کر ایک حقیقت کا روپ دھار لیا۔اس بات کی اگر خوشی ہے تو یہ خوشی انبیاء اور پاک لوگوں کی خوشی کے عین مطابق ہے۔

پس ہرگز تعلّی کو اور جھوٹی اور کھوکھلی خوشی کو اپنے دلوں میں جگہ نہیں دینے چاہئے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

''یہ بالکل غلط بات ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے۔ مجھ کو ذاتی طور پر کسی سے بھی عداوت نہیں بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدس کو جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا توہین سے یاد کیا۔اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی دنیا میں عزت ظاہر کرے۔'' حوالہ

اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آنحضرت ﷺ سے عشق تھا جس نے آپ کو شدید غم میں مبتلا رکھا۔جب بھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی گستاخی ہوتی تھی تو آپ کا دل کٹتا تھا اور اسی اندرونی دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا مظہر وہ عذاب بنا ہے جس نے اس دشمن کے ٹکڑے کئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کے ٹکڑے کرتا تھا اور آپ کے محبوب کے خلاف گستاخی کی زبان کھولا کرتا تھا۔ان دونوں باتوں کا گہرا تعلق ہے ورنہ خدا کے انبیاء اور خدا کے پیاروں کو اور بھی لوگ گالیاں دیا کرتے ہیں اور ان کے ساتھ دنیا میں ویسا سلوک نہیں ہوتا۔آنحضرت ﷺ کو گالیاں دینے والوں میں سے صرف یہ لیکھرام ہی نہیں تھا بلکہ مغربی دنیا میں بھی کثرت سے آپ کو گالیاں دینے والے پیدا ہوئے جنہوں نے بہت گستاخی کے رنگ میں بڑھ بڑھ کر باتیں کی ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کے ساتھ دنیا میں یہ سلوک نہیں ہوا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک لیکھرام تھا جو ایسے عاشق محمد مصطفی ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوا جس کا دل اس غم کو

برداشت نہیں کرسکتا تھا اور ایک ڈوئی تھا اس کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا گیا حالانکہ عیسائی دنیا میں اس سے پہلے ہزاروں ایسے بدزبان اور بدتمیز لوگ تھے جنہوں نے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے خلاف دشنام طرازی سے کام لیا ہے، گالیاں دی ہیں۔ پس ان دونوں باتوں میں گہرا تعلق ہے۔ یہ ایک دکھے ہوئے دل کی آواز ہے جو بعض دفعہ خدا کی تقدیر کو حرکت میں لاتی ہے اور وہ تقدیر پھر عذاب کی صورت میں دشمنوں پر پڑتی ہے۔

پس اس روح کو اگر آپ قائم رکھیں تو ہمیشہ کسی کی نفرت نہیں بلکہ کسی کی محبت معجزے دکھایا کرے گی اور خدا تعالیٰ کے مقدس بندوں کی محبت ہی دراصل حقیقی معجزہ ہے۔ اس میں کسی دعا کرنے والے کی بڑائی کا اتنا تعلق نہیں جتنا اس محبت کا تعلق ہے جو اس کو کسی مقدس سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر یہ معجزہ جو دکھایا گیا ہے یہ اس عشق کے نتیجہ میں ہے جو آپ کو حضرت محمد مصطفی ﷺ سے تھا۔

پس آج بھی جب لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جب گالیاں دیتا ہے ہمارا دل کٹتا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بکواس کرتا ہے، بدزبانی کرتا ہے تو ہمارا دل کٹتا ہے۔ تو بسا اوقات مختلف رنگ کے نظارے ظاہر ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کے دل ان کے کہنے کے مطابق کٹتا تو ہے لیکن اس مخالف پر خدا کی کوئی پکڑ ظاہر نہیں ہوتی اور بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ادھر ہمارے دل سے دعا بلند ہوئی ہے، ایک بیقرار چیخ نکلی ہے کہ اے خدا! اس شخص نے ظلم کی حد کر دی ہے یہ ایسی ایسی زبان درازیاں کر رہا ہے اور چند دن کے اندر اندر وہ شخص حیرت انگیز طور پر ہلاک ہو گیا اور بعض دفعہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی بات کے نتیجہ میں ہلاک ہوا ہے، ان دنوں میں ہلاک ہوا ہے جن دنوں میں آپس میں ان کا معاملہ طے ہوا کہ جو بھی جھوٹا ہے اس عرصہ کے اندر اندر ہلاک ہو جائے۔ ان میں مختلف قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ یاد رکھیں یہ اتفاقی حادثات نہیں ہیں۔ یہ دل کی صداقت ہے جو بعض دفعہ معجزے دکھاتی ہے اور بعض دفعہ وہ دل کی صداقت میں کوئی کمزوری رہ جاتی ہے اور بعض اور عوامل اس پر اثر انداز ہو جاتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے کسی مقدس اور برگزیدہ سے آپ کو سچا عشق ہو اور اس کے خلاف گستاخیوں کے نتیجہ میں آپ کا دل حقیقۃً کٹ رہا ہو اور زندگی ایک عذاب بن رہی ہو تو ہو نہیں سکتا کہ خدا کی غیرت اس وقت ایک غیر معمولی جوش اور غضب کے ساتھ بیدار نہ ہو اور اپنے کرشمے نہ دکھائے۔

یہ بیان کرنے کے بعد میں آخری ایک نصیحت یہ جماعت کو کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو الہامات ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ تیرے زمانہ میں موسیٰؑ کے زمانے کے حالات پیدا ہوں گے (تذکرہ صفحہ: ۳۶۶) اس میں مخاطب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس لئے یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد واقعات ہوں ان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ اس بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھیں اور آپ ہی کی جو قدر اللہ کے دل میں تھی اس کے نتیجہ میں ان واقعات نے رونما ہونا تھا۔ دوسری بات ایک انذار کا رنگ رکھتی ہے اور جماعت کو استغفار کرتے ہوئے دعا میں ہمیشہ مشغول رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس انذاری پہلو کو ہمارے وقت میں پورا نہ فرمائے اور اگر ہم سے کوئی کوتاہیاں ہو بھی گئی ہیں تو ان بلاؤں کو ہم سے ٹال دے۔

موسیٰؑ کے وقت میں ایسے بھی واقعات ہوئے جس سے خود موسیٰؑ کو تکلیف پہنچی اور اپنی قوم سے تکلیف پہنچی، ایک گوسالہ کو خدا بنا لینا، بچھڑے کو خدا بنا لینا، اس کے اندر میں نے جب غور کیا تو دو باتیں ایسی ہیں جن کی طرف میں جماعت کو خاص طور سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس بچھڑے کی عظمت ان لوگوں کے دلوں میں تھی جن کے دل میں دنیا کی وجاہت اور سونے اور چاندی اور دولتوں کی عظمت تھی۔ پس ضروری نہیں ہوا کرتا کہ ہر زمانہ میں شرک ایک ہی طرح ظاہر ہو، بعض دفعہ شرک کھلم کھلا بت پرستی کے رنگ میں ظاہر ہوا کرتا ہے، بعض دفعہ دل مشرک ہو جاتا ہے خواہ زبان بظاہر مشرک نہ بھی ہو۔ پس جماعت کا وہ طبقہ جو دنیا کی طرف سے آرام یافتہ ہے اس کو اپنی فکر کرنی چاہئے اس کو ہمیشہ اپنے دل کا تجزیہ کرنا چاہئے کہ کیا وہ دنیا کی دولتوں اور جاہ وحشمت سے متاثر تو نہیں ہو گیا، وہی سونا قوم میں پہلے بھی موجود تھا اور اس سونے کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا لیکن وہ جب بت بن کر ظاہر ہوا ہے تب خدا تعالیٰ کی پکڑ نازل ہوئی ہے۔ پس سونے سے تعلق یا دنیا کی دولتوں سے تعلق سے خدا منع نہیں کرتا مگر اس کو بت بنانے سے خدا منع کرتا ہے۔

پس جماعت کو یہ ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ دنیا کی دولتیں اور دنیا کی وجاہتیں ان کے لئے بت نہ بن جائیں اور خاص طور پر اس دور میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے تقریباً ایک سو سال دور ہو چکے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ دوری سالوں کی ہو لیکن روحانی رنگ میں نہ ہو ان دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے اور روحانی طور پر چونکہ یہ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کا زمانہ ہے

اس لئے زمانہ کے لحاظ سے ہماری دوری نہ ہو یعنی معنوی رنگ میں دوری نہ ہو اگر چہ ظاہری طور پر عددی لحاظ سے سالوں کی دوری بنتی ہے۔

اس لئے اس طبقہ کو خصوصیت سے اپنی طرف توجہ کرنی چاہئے اور ان کے دل کی آوازیں خواہ باہر سنائی دی جائیں یا نہ دی جائیں خود ان لوگوں نے خود سنی ہیں اور ان کے لئے بڑا آسان ہے اپنے جذبات کا تجزیہ کرنا۔ اگر یہ متاثر ہوتے ہیں کسی گوسالہ کی موت سے اور اس کی دنیا کی وجاہت سے تو ان کے دل میں وہ شرک پیدا ہو چکا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں تمثیلاً بیان کیا گیا ہے اور اگر یہ دنیا کی وجاہتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اسی قسم کے خیالات دل میں لانے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو بڑی شوکت دی ہے، اللہ تعالیٰ نے تو بڑی عظمت دی ہے تو اسی حد تک وہ سمجھیں کہ ان کا اپنا مقام خدا کی نظر میں گرتا چلا جاتا ہے۔ **عظمت وہی ہے جو خدا دیتا ہے جو اس کے پیار کے نتیجہ میں ملتی ہے۔ وہ عظمت نہیں ہوا کرتی جو خدا تعالیٰ کی طرف وعید کے نتیجہ میں ملتی ہے۔** پس ان دو عظمتوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ ایک عظمت وہ ہے جو خدا کا وعید ظاہر ہوتا ہے اور وہ کھل کر ظاہر ہوتا ہے جیسے فرعون کے حق میں ظاہر ہوا، جیسے لیکھرام کے حق میں ظاہر ہوا۔ اس کے بعد جو دنیا کی عظمتیں ہیں وہ تو تاریخ بتاتی ہے کہ ایسے لوگوں کو ملا ہی کرتی ہے اس کے نتیجہ میں دل برداشتہ ہونا یا یہ خیال کر لینا کہ ضرور اس میں کوئی اچھی بات تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو عظمت دی ہے۔ اس میں اچھی بات تھی یا نہیں تھی آپ کے دل میں ضرور کوئی بری بات ہے جو اس قسم کے خیال آپ کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جس شخص کے حق میں وعید ہو اس کے متعلق یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اب اس کا معاملہ خدا پہ جا پڑا ہے اور ہمیں مزید تفصیل سے اس کے خلاف بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بھی انسانی اخلاق پر برا اثر ڈالنے والی بات ہے کہ مرے ہوؤں کے خلاف انسان بے وجہ لمبی ایسی باتیں کرے جو ان کی برائیوں کو اچھال کے دنیا کے سامنے پیش کرنے والی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی مضمون کا الہام ہوا کہ:

”ہن اسد الیکھا خدا نال جا پیا ہے۔“ (تذکرہ صفحہ: ۵۹۹)

غالباً پنجابی کا الہام ہے کہ اب تیرے دشمن کا لیکھا خدا سے جا پڑا ہے جس کا مطلب یہی ہے

کہ جب خدا نے اپنی تقدیر کو ظاہر فر دیا ہے تو بے وجہ ان بحثوں میں نہیں الجھنا چاہئے۔ یہ بھی ایک ایسی وقت کی ضرورت ہے جسے آپ کو پیش نظر رکھنا چاہئے کیونکہ مجھے بعض خطوں سے پتا چل رہا ہے کہ بعض احمدی بے وجہ دوسروں سے الجھتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو دل آزاری کا موجب بنتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کے اظہار کے نتیجہ میں حمد و شکر کا مقام تو ہے لیکن اس رنگ میں باتیں کرنا مناسب نہیں جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانہ کا فرعون اور آپ کے زمانے کا لیکھرام ابو جہل تھا اور آپ کے دل کی عظمت دیکھئے کہ جب حضرت عکرمہ نے جو بعد میں حضرت کہلائے آنحضرت ﷺ کی بیعت کے بعد، آنحضرت ﷺ سے یہ شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! لوگ مجھے میرے باپ کا طعنہ دیتے ہیں اور مجھے دکھ پہنچتا ہے تو آنحضرت نے سختی سے منع فرمایا اور فرمایا کوئی کسی کے باپ کی وجہ سے دکھ نہیں دیا جائے کوئی عکرمہ کو اس کے باپ کا حوالہ دے کر تکلیف کی بات نہ کرے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد۴ صفحہ۵ مطبوعہ بیروت) یہ ہے سچی عظمت، یہ ہے سچا تقدس جو خدا کے تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ پس ان رسموں کو زندہ رکھیں، اس سنت پر چلیں یہ آپ کی زندگی کی ضامن ہوں گی۔ چند فخریہ رنگ میں باتیں کر لینا ہمارے لئے کوئی کام نہیں آئے گا، ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے گا لیکن حضرت رسول اکرم ﷺ کی سنت پر اگر ہم عمل پیرا ہوں گے تو وہ اس میں ہمارے لئے بہت ہی برکتیں ہیں۔ ایسی صورت میں آپ واقعۃً دیکھیں گے کہ دشمنوں کی اولادیں اپنے باپوں کی طرف منسوب ہونا چھوڑ دیں گی۔ وہ حسرت سے یاد کریں گی کہ کاش! ہمارے ماں باپ نے ایسی باتیں نہ کی ہوتیں کہ ان کے ساتھ ملانا ہمارے لئے ذلت کا موجب بن جائے اور وہ اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عاشق محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ منسوب کرنا ہی فخر کا موجب سمجھیں گے۔

پس سنت میں عظمتیں ہیں، سنت میں دائمی فوائد ہیں اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی۔ اس لئے ایسے نازک وقتوں میں جن سے جماعت آج کل گزر رہی ہے اپنے قدم پھونک پھونک کر رکھیں۔ وہ باتیں کریں جو خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور خدا کے نزدیک وہی پسندیدہ باتیں ہیں جو حضرت محمد مصطفی ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا:

آج چونکہ خدام باہر کے ملکوں سے تشریف لائے ہوئے ہیں اور اجتماع ہے اور انہوں نے اجتماع میں شمولیت کے لئے جانا ہے اس لئے جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز بھی جمع ہوگی۔